ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

ساہیوال کی تاریخ اور ادبی روایت کاارتقائی مطالعہ

AN EVOLUTIONARY STUDY OF SAHIWAL'S, HISTORY, AND LITERARY TRADITION

- **ڈاکٹر رحمت علی**

پرنسپل گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج کمیر ٹاؤن ساہیوال

- **حامد عباس**

اسکالر: ایم فل اردو؛ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی ساہیوال کیمپس

Absatract:

This article encompasses the historical antiquity, geographical features, and rich literary and cultural tradition of Sahiwal (formerly Montgomery). Situated along the banks of the Ravi River and home to the ancient Harappan civilization, this region has traversed key historical milestones—from the eras of Alexander the Great, Babur, and Sher Shah Suri to the freedom struggles during the British rule (such as the Gogera resistance) and the rehabilitation of refugees during the 1947 Partition of India. Sahiwal has not only been geographically a lush and fertile region, but it also holds the status of being known as the 'City of Ghazal' and an established literary school of thought (Dabistan), where renowned prose writers and poets like Majeed Amjad, Munir Niazi, Jamila Hashmi, Khalid Toor, Naz Kfeel Gillani, Gohar Hoshiarpuri, Muratab Ali Akhtar, and Bismil Sabri bestowed unprecedented breadth and a new cadence upon Urdu and Punjabi literature.

Keywords:

ساہیوال، تاریخ و تہذیب، ساہی قوم، ہڑپہ، گوگیرہ، منٹگمری، مجید امجد، منیر نیازی، جمیلہ ہاشمی، دبستانِ ساہیوال، اردو شاعری

ساہیوال اپنی قدیم تاریخ، سرسبز جغرافیائی خطے اور زبردست تہذیبی ارتقاء کے باعث خطۂ پنجاب کی ایک نہایت اہم اور معتبر شناخت رکھتا ہے۔ ہڑپہ کے تاریخی کھنڈرات، دریائے راوی کی قربت، گوگیرہ کی حریت پسندانہ مقاومت اور آزادی کے وقت مہاجرین کی دردناک داستانیں اس کی تاریخ کے روشن اور تلخ باب ہیں۔ منٹگمری سے ساہیوال تک کا یہ سفر جہاں جغرافیائی اور سیاسی تبدیلیوں کا حامل رہا، وہاں اس کی مٹی نے ایک باقاعدہ ادبی دبستان کو بھی جنم دیا جس نے اردو اور پنجابی ادب کو بے مثال وسعتوں سے روشناس کرایا۔ مجید امجد کی نظموں سے لے کر منیر نیازی کی پراسرار رومانیت اور جمیلہ ہاشمی کے شاہکار نثری پاروں تک، ساہیوال کی ادبی فضانے ہر عہد میں فکر و فن کے نئے دیپ جلائے ہیں، جو آج بھی اس شہر کی تخلیقی بالادستی اور ثقافتی وقار کی گواہی دیتے ہیں۔

ساہیوال پنجاب کا قدیم، زرخیز اور خوب صورت شہر ہے۔ یہاں جٹ قوم کی گوت ساہی کی اکثریت کے باعث اس علاقے کا نام ساہیوال پڑا۔ ساہیوال کا علاقہ اتنا قدیم ہے کہ قدیم مؤرخین نے سکندر مقدونی میں بھی اس خطے کا ذکر کیا ہے۔ بہت پہلے سے یہاں پر خانہ بدوش قبائل آباد تھے؛ جو جہاں سبزہ دیکھتے اس جگہ کو اپنا مسکن بنالیتے۔ اس خطے میں بڑے بڑے بادشاہوں نے اپنے جھنڈے لہرائے۔ خاندان تغلق اور شیر شاہ سوری کے علاوہ مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر بھی قابل ذکر ہیں۔ ظہیر الدین بابر اپنی کتاب "تزکِ بابری" میں لکھتے ہیں کہ ساہیوال کے علاقے میں انہیں کافی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس حوالے سے ایم۔ اے اشرف اپنی کتاب "تاریخ ساہیوال" میں لکھتے ہیں:

> "منٹگمری ضلع بننے سے پہلے؛ ساہیوال میں ساہی بہت بڑا زمیندار تھا۔ وہ زبردستی لوگوں کی زمین پر قبضہ کرلیتا تھا۔ ایک آدمی کی ایک ایکڑ زمین تھی؛ اسے خوف ہوا کہ ساہی اس کی زمین پر قبضہ کرلے گا۔ اس نے اپنی زمین پر مسجد بنالی؛ یہی مسجد تبدیلیوں کے بعد عید گاہ مسجد کے نام سے موسوم ہوئی اور اس کا قریبی رہائشی علاقہ محلہ عید گاہ کے نام سے پہچانا جانے لگا۔"(1)

ساہیوال کے علاقے میں زلزلہ تو شاید کبھی آیا ہو مگر سیلاب اکثر آتے رہتے تھے؛ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ دریائے راوی کے کنارے آباد ہے؛ خاص طور پر جو علاقے زیادہ متاثر ہوتے ان میں موضع داد بلوچ، اورنگ آباد، بہاول فتیانہ، رنگ شاہ، داڈرہ بالا، چکبندی اور اس کے گردونواح کے دیہات شامل ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ساہیوال میں ہڑپہ کے علاقے میں قدیم ترین کھنڈرات موجود ہیں؛ جو کہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ علاقہ قدیم عرصہ سے قائم ہے۔ انگریزوں نے 1800ء کے بعد آہستہ آہستہ مختلف علاقوں میں اپنا تسلط قائم کرنا شروع کر دیا۔ غریب کسانوں کی زمینوں پر قبضے کیے۔ مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد جب انگریز حکمران غداروں کی غداری، حکمرانوں کے باہمی اختلافات، اپنی طاقت اور جدید اسلحہ کے بل بوتے پر برعظیم میں اپنی سلطنت کو وسعت دینے میں کامیاب ہو رہے تھے۔

پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہونے کے بعد گوگیرہ میں ضلعی ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا۔ یہ علاقہ خاصی اہمیت کا حامل تھا؛ یہاں پر انگریزوں کا قبرستان موجود تھا لیکن یہاں پر موجود راوی قبائل مسلسل انگریزوں کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے؛ اس وجہ سے انگریز اپنے آپ کو یہاں پر محفوظ نہیں سمجھ رہے تھے کیوں کہ انگریزوں کا قائم کردہ ضلعی ہیڈ کوارٹر ہمیشہ راوی قبائل کے نشانے پر رہتا۔

انگریز کے پولیس ایکٹ میں واضح طور پر درج تھا کہ اس قصبے کا نام و نشان مٹا دیا جائے جہاں باغیانہ عناصر موجود ہوں گے؛ اس لیے انگریزوں نے گوگیرہ سے بدلہ لینے کے لیے ساہیوال کو ضلع کا درجہ دے دیا۔ اس وقت یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا لیکن یہاں کی فضا پر امن تھی اور یہاں پہ مقیم لوگ بھی کم تعداد میں تھے اس لیے گوگیرہ سے اس علاقے میں ضلعی ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیا گیا۔

تقسیم ہند کے بعد ضلع منٹگمری میں آنے والے مہاجرین کی اکثریت کا تعلق جالندھر، ہوشیار پور، فیروز پور، امرتسر، روہتک حصار اور گڑھ گاؤں سے تھا۔ منٹگمری کے بہت سے لوگ اپنی بساط کے مطابق مہاجرین کو لانے کے لیے کوشش کرتے؛ ان لوگوں میں جنہوں نے مہاجرین کی بھرپور مدد کی اور بسیں بھر بھر کے منٹگمری میں لا کر آباد کیا؛ ان لوگوں میں یوسف خاں نیازی اور دوست محمد خاں نیازی جیسے لوگ شامل ہیں۔ ان کے پاس "کرفیو پاس" بھی موجود تھے تاکہ ان کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔

قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ درپیش تھا۔ مشرقی پنجاب میں سکھوں نے مسلمانوں پر جو ظلم کیا تھا۔ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مہاجرین کے قافلے جو کہ بھارت سے پاکستان میں داخل ہو رہے تھے؛ خون میں نہلائے ہوئے تھے؛ بہت سی معصوم جانیں نیزوں پر لٹکائی گئیں۔ منٹگمری میں مہاجرین کے جو قافلے آئے؛ اُن کی کہانی معروف شاعر بشیر احمد بشیر بیان کرتے ہیں:

> "منٹگمری میں جب خاک اور خون میں نہلائے قافلے پہنچنے لگے تو مویشی منڈی والے وسیع و عریض احاطے میں انہیں حکومت نے خیمہ زن کرا دیا۔ ملک ابھی بنا ہی تھا؛ وسائل کہاں سے آتے؟ مہاجرین کو روز ایک سیر آٹا دیا جاتا۔ نوع انسانی کی یہ بربادی اتنی وسیع پیمانے پر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ میں چوں کہ فارغ ہی تھا اس لیے میں بھی سرکاری کارندوں کے ساتھ آٹے کی تقسیم میں شامل ہو گیا۔"(2)

آزادی کی اپنی خوشبو اور اپنا احساس ہوتا ہے؛ جس احساس سے صحرا ابھی مہک اٹھتے ہیں۔ اس وقت منٹگمری سرسبز و شاداب شہر تھا۔ درختوں نے اس شہر کے حسن کو بڑھایا ہوا تھا۔ شہر میں ہر طرف ہریالی اور شادابی نظر آتی۔ لوئر باری دوآب سے نکلنے والی تین نہریں اور ریلوے روڈ سے گزرتا ہوا ایک راجباہ اس شہر کو آزادی کے سبز رنگ چھپائے ہوئے تھا۔ یہ پانچ نہریں اس شہر کا حسن تھیں ۔ بہر حال آزادی کے وقت اس کی آبادی پچیس تیس ہزار سے زائد نہ تھی۔

پاکستان کے قیام کے وقت منٹگمری موجودہ ساہیوال کو پاکستان میں شامل کیا گیا۔ یہاں پہ مقیم لوگوں کا مطالبہ تھا کہ منٹگمری کا نام تبدیل کر کے ساہیوال رکھ دیا جائے ؛تاہم 14 نومبر 1966ء میں ضلع منٹگمری کی عوام کے دیرینہ مطالبے کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے ضلع منٹگمری کا نام دوبارہ ساہیوال رکھ دیا۔ اس وقت ضلع ساہیوال کی لمبائی 125 کلومیٹر اور چوڑائی 78 کلومیٹر تھی۔ ساہیوال سے پہلے اس شہر کا نام منٹگمری کب اور کیسے رکھا گیا؟ اس حوالے سے اور اس کے رقبے کے حوالے سے تفصیل ملاحظہ کیجیے:

> "ساہیوال کا نام 1865ء میں تبدیل کر کے پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ منٹگمری کے نام پر منٹگمری رکھ دیا گیا۔ منٹگمری موجودہ ساہیوال ڈویژن سے بڑا تھا کیوں کہ اس وقت اس زلزلے میں راوی پار کا کچھ علاقہ بشمول کمالیہ اور سید والا سلیمانکی ہیڈ ورکس کے قریب ستلج پار سے ضلع بہاول نگر اور فیروز پور بھارت کے 32 دیہات بھی اس میں شامل کیے گئے۔"(3)

ساہیوال کو ضلع کا درجہ ملنے کے بعد یہ علاقہ وسعت اختیار کر گیا۔ پہلے اس علاقے میں لوگوں کی تعداد کم تھی۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں نئے اضلاع کا قیام وجود میں آیا۔ گگو منڈی اور شیخ فاضل کو ساہیوال سے علیحدہ کر کے ضلع وہاڑی میں شامل کر دیا گیا۔ ساہیوال کے دو حصے کر کے تحصیل ساہیوال اور تحصیل چیچہ وطنی بنائی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

گئی۔ منٹگمری کا اعزاز یہ بھی ہے کہ محسن ملت قائد اعظم محمد علی جناح کے آباؤاجداد کا تعلق بھی ضلع منٹگمری سے ہی تھا۔ قائد اعظم کا یہ اعتراف اُردو ادبی مجلہ نقوش 1964ء کے آپ بیتی نمبر شائع ہوا تھا۔ جس میں قائد اعظم محمد علی جناح کا اپنے متعلق یہ کہنا تھا:

"میں پنجابی مسلمان راجپوت ہوں۔ کئی پشتیں گزریں میرے ایک جد امجد کاٹھیاواڑ چلے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک خوجہ لڑکی سے شادی کر لی اور انہی کے خاندان میں مل گئے۔ اس وقت سے ہم لوگ بھی خوجوں میں شمار ہونے لگے۔ میرے وہ جد جو کاٹھیاواڑ چلے گئے تھے؛ ضلع منٹگمری کے رہنے والے تھے۔"(4)

کل کا منٹگمری آج کے ساہیوال سے بہت مختلف تھا۔ کل سڑکوں پر درختوں کی قطاریں، زیادہ شادابی، زیادہ سکون، زیادہ احترام لیکن آج درختوں کا حُسن ٹمبر مافیا نے چھین لیا ہے۔ کل کا منٹگمری شاعروں کے خیال و خواب کا شہر تھا لیکن آج کا ساہیوال، ہنگامہ ہی ہنگامہ، اک دوڑ لگی ہے۔ کاروں، موٹر سائیکلوں اور رکشوں کے ہجوم میں پیدل چلنے والوں کے لیے جگہ کم ہے۔ اب تانگوں کا حُسن بھی نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ ساہیوال کو خواب و خیال کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اس سرزمین نے ایسے دانشوروں اور ادیبوں کو جنم دیا ہے جو کہ اپنے اپنے میدانوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر کے ضلع کی عزت و شہرت کا سبب بن چکے ہیں۔ ساہیوال شہر ایک ادبی دبستان کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہت بڑے ادیب نثر نگار اور شعرا کا تعلق اسی علاقے سے رہا ہے؛ جنہوں نے اردو ادب کی ترویج کے لیے بھرپور کام کیا اور ایسا ادب تخلیق کیا جو ادب سے وابستہ لوگوں کو متاثر کر رہا ہے۔

جمیلہ ہاشمی جو کہ ایک معروف ناول نگار تھیں۔ ان کا تعلق بھی ساہیوال سے تھا۔ تقسیم ہند سے پہلے جمیلہ ہاشمی 17 نومبر 1929ء کو گوجرہ میں پیدا ہوئیں۔ پہلے امرتسر میں ان کی رہائش تھی۔ جمیلہ ہاشمی کے والد برکت علی تاجر پیشہ شخص تھے۔ جو کوئٹہ سے مختلف قسم کا مال لا کر امرتسر کے تاجروں کو فراہم کرتے تھے۔ جمیلہ ہاشمی تین بہنوں اور دو بھائیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ وہ پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ جمیلہ ہاشمی کے ادبی سفر کو دیکھا جائے تو اس میں بہت رنگا رنگی اور وسعت نظر آتی ہے۔ ان کا ناول "تلاش بہاراں" جس میں ہندوستانی سماج میں عورت پر صدیوں سے مبنی جبر و استحصال اور مظلومیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ناولٹ "آتش رفتہ" 1964ء میں مشرقی پنجاب کی سکھ معاشرت کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ افسانوی مجموعہ "آپ بیتی، جگ بیتی" 1969ء میں چولستان کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ ناولٹ "روہی" یہ 20 صفحات پر مشتمل ایک عشقیہ کہانی ہے جو صوبہ خیبر پختونخواہ کے پٹھانوں کے ایک گاؤں کے فطری پس منظر کو بیان کرتی ہے۔

1970ء میں قدیم ایران کی مستند ادبیہ اور متنازعہ شخصیت پر ناول "چہرہ بہ چہرہ روبہ رو"؛ اس میں مصنفہ نے ایران میں شاہ قاچار کے زمانے میں پیدا ہونے والے ایک مذہبی فرقے کی سرگرمیوں کے توسط سے ایک روحانی اور تاریخی کردار قرۃ العین طاہرہ کی زندگی کو موضوع بنایا ہے۔ 1983ء میں حسین بن منصور حلاج پر مشہورِ زمانہ ناول "دشتِ سُوس" لکھا گیا۔ 1983ء میں افسانوی مجموعہ "رنگ بھوم"، 1987ء میں تین ناولٹوں پر مشتمل "اپنا اپنا جہنم"، افسانوی مجموعہ "نسبت رُت میں رو"، ناول "جوگ کی رات" اور دیگر کئی متفرق تخلیقات شامل ہیں۔

ساہیوال کی ادبی روایت میں ایک اور معتبر ادبی حوالہ خالد طور کا ہے؛ جنہوں نے اُردو کے نثری ادب کے حوالے سے بھرپور خدمات سر انجام دیں۔ افسانہ اور ناول کے اعتبار سے خالد طور کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ ان کا ایک ناول "کانی نکاح" نیشنل بک فاونڈیشن کے تعاون سے 1992ء میں شائع ہوا۔ ان کا دوسرا ناول "بالوں کا گچھا" کراچی سے اجمل کمال نے پہلے اپنے سہ ماہی جریدے آج میں شائع کیا تھا بعد میں وہ کتابی صورت میں بھی شائع ہو گیا۔

اُردو کے نامور ناول نگار ناز کفیل گیلانی قیام پاکستان کے بعد ساہیوال میں آکر محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔ انہوں نے تقریباً 23 اصلاحی اور رومانوی ناول لکھے؛ جن میں گھر جلا بر سات کے بعد، بہک گئے فرشتے، گر گئی بندیا، کھڑی نیم کے نیچے، روٹھی رت نہ مانے، ہر آنکھ تماشائی اور فاصلے کم نہ ہوئے زیادہ معروف اور قابل ذکر ہیں۔ ناز کفیل گیلانی نے 13، 13 اقساط پر مشتمل ڈرامے بھی تحریر کیے جن میں دوسرا جنم اور خمار شامل ہیں؛ جو کہ پی ٹی وی پر کاسٹ ہو چکے ہیں۔ ناز کفیل گیلانی نے بچوں کے لیے 30 کے قریب کتابیں لکھیں یقیناً ایسی نامور ادبی شخصیت کا وجود ساہیوال کے لیے قابل فخر ہے۔

غلام فرید کاٹھیا کا تعلق ساہیوال کے ایک زمیندار گھرانے سے ہے۔ اپنے عہد کے رویوں کے برعکس احساس محرومی میں مبتلا طبقے کے مسائل کو انہوں نے بڑے قریب سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ انہوں نے دیہی علاقے میں رہنے والوں کے مصائب کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔ گاؤں کی ثقافت کے عناصر نے ان کے تخلیقی جوہر ابھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ گورنمنٹ ہائی سکول ساہیوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد گورنمنٹ ملازمت اختیار کر لی اور پھر ملازمت سے استعفیٰ دے کر سیاست میں آ گئے۔ غلام فرید ایسے ادیب ہیں جنہوں نے غریب پر ہونے والے ظلم جیسے موضوعات پر لکھا۔ وہ بلاشبہ غریبوں کے ترجمان اور اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ایزد عزیز صوبہ پنجاب کے شہر ساہیوال میں اگست 1954ء میں پیدا ہوئے، ان کے والد پولیس ملازم تھے جب کہ ان کے گھر کے دیگر افراد بھی ادب سے وابستہ اور پڑھے لکھے تھے۔ ایزد عزیز کا پیدائشی نام عثمان عزیز تھا۔ وہ ایک اچھے شاعر اور افسانہ نگار بھی تھے۔ ادبی دنیا میں انہوں نے ایزد کے نام سے الگ پہچان بنائی۔ سجاگ میں شائع ایک مضمون کے مطابق ایزد عزیز نے محض 17 برس کی عمر میں شاعری شروع کی تھی جب کہ ان کا پہلا شعری مجموعہ "غروبِ شب" 1989 میں شائع ہوا تھا۔ ایزد عزیز کا افسانوی مجموعہ "عالم ارواح کی مال روڈ پر" 1997ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ پنجابی شاعری کی کتاب "کلے رکھ دا وین" 2009ء میں شائع ہوئی جب کہ 2014ء میں ان کی ایک کتاب "تسلیم" بھی شائع ہوئی۔ ایزد عزیز کی شادی ان کی تایازاد کے ساتھ 1985ء میں ہوئی۔ ان کے دو بیٹے ابوذر عزیز، حمزہ عزیز اور ایک بیٹی زینب عزیز ہے۔ انہوں نے بینک میں ملازمت کرنے کے علاوہ ریڈیو پاکستان میں بھی خدمات انجام دیں اور بیرون ملک بھی گئے۔ ایزد عزیز زندگی کے آخری ایام تک ادب سے وابستہ رہے اور چند ماہ قبل تک وہ ادبی سرگرمیوں میں فعال دکھائی دیتے رہے۔

ساہیوال؛ شہر غزل بھی کہلاتا تھا۔ انیسویں صدی میں منٹگمری شہر کے قیام کے کچھ عرصہ بعد ہی یہاں باقاعدہ طور پر مشاعروں کا اہتمام شروع ہو گیا تھا؛ جس میں اس شہر کے اور گردونواح کے مختلف اور معتبر شعرا نے ان مشاعروں میں شرکت کر کے ساہیوال کی ادبی روایت کو مضبوط بنا دیا۔ منٹگمری شہر کے قیام کے چند سال بعد ہی شیخ غلام جیلانی کے مکان پر باقاعدگی سے محفل مشاعرہ کا انعقاد شروع ہو گیا۔ مولوی میر ابخش، شیخ غلام سرور، بابو روشندین، بابو خداداد اور مولوی حکم دین اس انجمن کے رکن ہوا کرتے تھے۔

شیخ جیلانی کے منٹگمری شہر سے تبادلے کے بعد اور مولوی میر ابخش کے ترک سکونت کے بعد پھر کچھ عرصے کے لیے مشاعروں کا ایک سلسلہ کچھ عرصے کے لیے رک سا گیا لیکن شیخ غلام جیلانی نے منٹگمری شہر میں جس ادبی سفر کا قاعدہ آغاز کیا اس کو جاری رکھنے کے لیے بہت سے ادب دوست چہرے میدان عمل میں اتر آئے۔ 17-1916ء میں چند اہل ذوق افراد نے پھر سے ادبی محافل اور مشاعروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بڑے ادیب، شعرا ان محافل میں شرکت کرتے۔ ان بڑے ناموں میں ایک نام حفیظ جالندھری کا بھی ہے۔

حفیظ جالندھری کے علاوہ بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان کو پہلی جنگ آزادی کے وقت 14 سال تک جیل کاٹنا پڑی اور ان میں سے پانچ سال وہ منٹگمری جیل میں بھی قید رہے۔ انہوں نے لوگوں میں جو آزادی کے جذبے کو بیدار کیا یہی ان کا جرم تھا؛ جس باعث ظفر علی خان کو جیل میں قید رکھا گیا لیکن انہوں نے جیل میں بھی شعر کہنا بند نہیں کیے بل کہ جیل کے تجربہ سے ان کے کلام کی اثر پزیری میں اضافہ ہوا۔ ساہیوال کی سرزمین میں بہت سے شعرا نے جنم لیا اور کئی شعرا تقسیم ہند کے بعد یہاں آکر آباد ہو گئے۔ اشرف قدسی منٹگمری گیسٹ میں لکھتے ہیں:

> "مولانا عطااللہ جنون 1892ء میں منٹگمری میں پیدا ہوئے۔ مولانا عطااللہ ایک بلند پایا استاد شاعر تھے۔ انہیں اردو اور فارسی پر عبور حاصل تھا۔۔۔ ان کے علاوہ باہر سے آنے والوں میں سردار عبد الرب نشتر، حاجی بشیر احمد بشیر، اکرم خان قمر، صابر کنجاہی اور میاں منظور قابل ذکر ہیں"(5)

شیخ عزیز الدین نظامی 1998ء میں ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد منٹگمری شہر میں تشریف لائے اور مقامی گورنمنٹ ہائی سکول میں ملازمت اختیار کر لی۔ مولانا نظامی نے اپنے والد کی وفات کے بعد مولوی سراج الدین کی درسگاہ واقع رائے پور، میں داخل ہوئے اور فارسی کے ساتھ ساتھ عربی کی صرف و نحو کی بھی تکمیل کی۔ ان کو اُردو، عربی اور فارسی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ شعر کہنا ان کے مشاغل میں شامل تھا۔

ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم ایک شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پائے کے نقاد بھی تھے۔ ضلع ہوشیار پور 1920ء میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج ساہیوال میں اُردو کے استاد کے طور پر تعینات ہوئے تو انہوں نے نہ صرف خود شعر و ادب میں دلچسپی لی بل کہ شعرا و ادبا کی ایک بڑی کھیپ بھی تیار کی۔ مشتاق عادل اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "انہوں نے ساہیوال میں ادیبوں اور شاعروں کی کھیپ تیار کی؛ جن میں غلام فرید کاٹھیا، امین رضا، طارق عزیز، ریاض حسین زیدی، ثاقب علیم، طاہر سلیم، قیوم صبا، میاں مرغوب، ڈاکٹر سعادت سعید، ایزد عزیز، ریاض نغمی اور مظہر ترمذی جیسے لوگ ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔"(6)

جدید اردو نظم کے ایک اہم ترین شاعر؛ جنہوں نے اپنی شاعری سے اُردو نظم کو نیا آہنگ بخشا۔ مجید امجد 29 جون، 1914ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ 1930ء میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے بی اے کیا۔ 1939ء تک جھنگ کے ہفتہ روزہ اخبار عروج کے مدیر رہے۔ 1944ء انسپکٹر سول سپلائز مقرر ہوئے۔ ترقی پا کر اسسٹنٹ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فوڈ کنٹرولر بنے۔ ملازمت کا زیادہ عرصہ منٹگمری موجودہ ساہیوال میں گزارا؛ جہاں سے وہ 29 جون 1972ء کو ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی انہوں نے یہاں سے ہجرت نہیں کی۔

اس شہر سے مجید امجد کا ایک رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ روز سیر کے لیے نہر کے کنارے جاتے اور قدرت کے مناظر اور ہریالی دیکھ کر انہیں انسیت کا احساس ہوتا کیوں کہ درخت شہر کا حسن تھے۔ ریلوے اسٹیشن سے باہر آتے ہی پیپل کا قدیم درخت، اس سے آگے لوئر باری دو آب میں رواں دواں پانی اور اس کے کنارے سرسبز درختوں کی دو رویہ قطاریں نہر کے پانی سے درختوں کے پتوں سے سرگوشیاں کرتیں تو آنے والے کو اپنے دل فریب حسن سے مسحور کر لیتیں۔ شہر کے شاداب اور سرسبز حسن کو کتنا دیکھ کر مجید امجد جیسا حساس شاعر خاموش نہ رہ سکا۔ اس کا قلم "توسیع شہر" کے نام سے نوحہ لکھ دیتا ہے۔

بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دوار
جھومتے کھیتوں کی سرحد پر، بانکے پہرے دار
گھنے، سہانے، چھاؤں چھڑکتے، بور لدے چھتنار
بیس ہزار میں بک گئے سارے ہرے بھرے اشجار
جن کی سانس کا ہر جھونکا تھا ایک عجیب طلسم
قاتل تیشے چیر گئے اُن سادھوؤں کے جسم
گری دھڑام سے گھائل پیڑوں کی نیلی دیوار
کٹتے ہیکل، جھڑتے پنجر، چھٹتے برگ و بار
سہمی دھوپ کے زرد کفن میں لاشوں کے انبار
اس مقتل میں صرف اک میری سوچ لہکتی ڈال
مجھ پر بھی اب کاری ضرب اک، اے آدم کی آل،(7)

ساہیوال کے ادبی حلقے مجید امجد پر فخر کرتے ہیں۔ اس شہر کا ادب مجید امجد کا احسان مند ہے۔ انہوں نے یہاں پر ایک ایسی ادبی فضا قائم کی جس کی خوشبو اب بھی ہمیں منٹگمری کی فضاؤں میں محسوس ہوتی ہے۔ مجید امجد کے شاگردوں میں منیر نیازی، مراتب اختر، ناصر شہزاد، امین رضا، ایز د عزیز، طارق عزیز اور ریاض نغمی شامل ہیں۔

تاریخ کے اوراق کو پلٹیں تو کچھ ایسے نایاب لوگ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے جن کا نعم البدل نہیں، ان کی کمی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ ان میں نمایاں نام منیر نیازی کا ہے۔ اُردو ادب میں اور پنجابی ادب میں ایک منفرد نام جن کی نظمیں اور غزلیات آج بھی لوگوں کے ذہنوں پر نقش ہیں۔ حقیقی رومانویت کے علمبردار، جو شاعری میں داخلی واردات کو یوں سموتے ہیں کہ وہ چلتی پھرتی تصویر بن جاتی ہے اور یہ تصویر پر اسراریت کی فضا میں لپٹی ہوتی ہے؛ خوف کا منظر پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ منیر نیازی اپریل 1924ء کو پنجاب کے ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد منیر نیازی اور ان کے اہل خانہ نے ساہیوال شہر کے محلہ عید گاہ کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ منیر نیازی کا نام اپنے عہد کے نامور شعرا میں ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ کچھ عرصے کے بعد چلے گئے لیکن ان کا یہاں مختصر قیام ساہیوال اور اس کے رہنے والوں کے لیے باعثِ افتخار تھا۔

جعفر شاہ شیرازی جو ادبی دنیا میں جعفر شیرازی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ موضع اکبر؛ بنگلہ گوگیرا میں یکم فروری 1920 کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے ساہیوال میں رہائش اختیار کر لی۔ جعفر شیرازی کا نام اُردو ادب کے نامور شعرا میں شمار ہوتا ہے۔ ادبی حلقوں کی جان اور مشاعروں کی زینت بننے والے جعفر شیرازی کے شعری مجموعے ہوا کے رنگ، حرف دریا، محبت آئینہ ہے۔ حاضر دماغ اور خوش اخلاق جعفر شیرازی کا نام کے ادبی حلقوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

گوہر ہوشیار پوری 15 اپریل 1930 کو ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد انہوں نے ساہیوال شہر کو جائے سکونت بنایا۔ اپنے عہد کے نامور غزل گو شاعروں میں انہوں نے اپنا ایک خاص مقام حاصل کیا۔ گوہر نے بہت سی نظمیں غزلیں اور اشعار کہے ۔ گوہر ہوشیار پوری ادبی محفلوں کی جان اور منفرد لہجے کے شاعر تھے۔ استاد غزل گو شاعر حفیظ ہوشیار پوری کے شاگرد تھے۔ ان کا کلام پیرایہ، بساط، ہفت بہار اور حسن توسہی، کے ناموں سے چھپ چکا ہے۔ سال 2000 میں

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

یہ نامور شاعر مالک حقیقی سے جاملا۔ ایک اور معتبر شاعر بشیر احمد بشیر منٹگمری (ساہیوال) کے گاؤں 6/82-آر میں آباد ہوئے۔ بشیر کو اپنی دھرتی ساہیوال کے قدیم پھلوں کا ذائقہ سب سے منفرد محسوس ہوتا ہے۔

بشیر احمد بشیر کو ساہیوال کی زمین سے بہت محبت تھی ؛اس حوالے سے وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ ساہیوال کی سرزمین جہاں پر مختلف قسم کے پھل ہیں اسے چھوڑ کر ہمیں کہیں نہیں جانا چاہیے۔ بشیر احمد بشیر نے بچپن، جوانی اور بڑھاپے تک اسی شہر کے ہر رنگ کو دیکھا ہے۔ بشیر احمد کے متعدد شاگرد تھے۔ ان سے ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق ان سے استفادہ کیا۔ شاگردوں میں طالب جتوئی، آفتاب کاوش، طفیل حسین مزدور، غلام فرید شوکت جیسے نامور لوگ شامل ہیں۔

حکیم محمود رضوی کا اصل نام منظور حسین تھا۔ 1918 میں بھارت میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے لدھیانہ، سہارنپور، دلی اور لکھنو کے مکتبوں سے طب، منطق، فقہ، ادب، تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ محمود رضوی ایک اچھے غزل گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نثر نگار بھی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ساہیوال میں آباد ہو گئے۔ ضعیف العمری کے سبب ادبی محفلوں میں ان کی آمد بہت کم ہوتی گئی۔ حکیم محمود رضوی ساہیوال کے ادبی حلقوں میں خاص مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف خود بے نام خود، لب ہیں خاموش اور اقبال اور اقلیت پسندی کے نام سے چھپ چکی ہیں۔

شیخوشریف دربار کے گدی نشین سید مراتب حسین گیلانی؛ دنیائے ادب میں مراتب علی اختر کے نام سے مشہور تھے۔ شیخوشریف میں ہی پیدا ہوئے۔ اپنے مریدین کی وجہ سے شیخوشریف تشریف لے جاتے لیکن ان کی مستقل رہائش ساہیوال میں ہی تھی۔ ان کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ مراتب علی اختر اپنے دور کے نامور غزل گو شاعر تھے۔ اپنی دیگر مصروفیات ترک کر کے ادبی محفلوں کو رونق ضرور بخشتے۔ انہیں عروض پر مکمل عبور حاصل تھا اور بہت خوبصورت انداز میں غزل کہتے۔ ان کے مجموعہ ہائے کلام جنگل سے پرے سورج، گزرا بن برسے بادل اور گنج گفتار کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ مراتب علی اختر کے قریبی رشتہ دار ناصر شہزاد ایک معتبر نام ہے۔ ناصر شہزاد ساہیوال کے ادبی حلقوں میں معروف رہے۔ ان کا کلام روانی و سلاست سے بھرپور ہے۔ تاریخ میں ناصر شہزاد کا نام اپنے عصر کے نمائندہ شاعروں کے طور پر لیا جائے گا۔ ناصر شہزاد کا کلام بن باس، چاندنی کی پتیاں، کون دیس گیو، کے نام سے چھپ چکا ہے۔

سید افضال حسین گیلانی کا تعلق بھی ناصر شہزاد اور مراتب علی اختر کے خاندان سے ہی ہے؛ جو 12 اکتوبر 1942ء کو شیخوشریف میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول ساہیوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ گریجویشن کے علاوہ فاضل فارسی اور اردو اور درس نظامی کا امتحان پاس کیا۔ وہ ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ۔مشتاق عادل؛ افضال حسین گیلانی کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> "فارسی اور عربی پر عبور رکھتے ہیں۔ ان کے شعری مجموعے سسی، وناں دی چھاں اور بدلے رنگ دھریکاں، کے نام سے چھپ چکے ہیں ان کی کتابیں، آہیں، آژنگ اور آہر بھی چھپنے کے لئے تیار ہیں سید افضال حسین گیلانی کا تعلق بھی ناصر شہزاد اور مراتب علی اختر کے خاندان سے ہی ہے۔ وہ منفرد لہجے کے شاعر اور نفیس انسان ہیں۔"(8)

مظہر ترمذی کی شاعری انسانی ذات کے آشوب کی شاعری ہے۔ مظہر ترمذی چیچہ وطنی کے رہنے والے تھے؛ جو کہ ساہیوال کی تحصیل ہے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم چیچہ وطنی سے ہی حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج ساہیوال سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ اپنے زمانے طالب علمی میں ہی مظہر ترمذی ادب سے وابستہ ہو گئے تھے ۔گورنمنٹ کالج ساہیوال کے ادبی مجلہ کے ایڈیٹر رہے۔ انہوں نے اُردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ ان کا پنجابی کلام عمراں لنگھیاں پباں بھار؛ مشہور گلوکار اسد امانت علی خان نے اپنی خوبصورت آواز میں گایا۔ یہ ان کا پنجابی کلام کایا کاگد، کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مظہر ترمذی روزگار کے سلسلے میں انگلینڈ چلے گئے۔ جب بھی پاکستان واپس آتے ہیں تو خاص طور پر اپنے ادبی دوستوں سے ملاقات کرتے ہیں۔

ریاض نعمی 1952ء میں ساہیوال شہر میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج سے بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد انہوں نے پرائیویٹ ایم۔ اے اردو پاس کیا۔ اس کے بعد انہوں نے نادرہ کے محکمے میں ملازمت اختیار کر لی؛ پھر کچھ عرصہ بعد ہی کالج میں اردو کے لیکچرار تعینات ہو گئے۔ ریاض نعمی اچھے غزل گو شاعروں میں سے تھے۔ وہ اپنا شعری مجموعہ ترتیب دے رہے تھے؛ جس کا نام، بھیگے ہوئے پر، تھا کہ 2006ء میں ان کا انتقال ہو گیا پھر ان کے مسودے کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ ریاض نعمی کا نام ساہیوال کی ادبی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

طارق عزیز جو کہ 1938ء کو قندھار میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد اپنے اہل خانہ کے ساتھ ساہیوال میں سکونت اختیار کی۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج ساہیوال سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ طارق عزیز ایک متحرک شخصیت تھے وہ نہ صرف شاعری بل کہ سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے۔ مشتاق عادل لکھتے ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"وہ اُردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے ان کا پنجابی مجموعہ کلام ہمزاد دا دکھ، کے نام سے چھپ چکا ہے۔طارق عزیز کمپیرنگ کرنے کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ آپ قومی اسمبلی کے ممبر کے طور پر منتخب ہوئے اور ایک عرصہ تک پی ٹی وی کے پروگرام نیلام گھر کے میزبان کے طور پر کام کرتے رہے اور پھر بزم طارق عزیز کے نام سے پروگرام کرتے رہے یقیناً طارق عزیز جیسی ہمہ جہت شخصیت کا تعلق ساہیوال سے ہونا اہلیان ساہیوال کے لیے باعث مسرت ہے۔"(9)

بسمل صابری 17 جولائی 1937 کو ساہیوال (پاکستان) میں پیدا ہوئیں۔انہوں نے ابتدائی تعلیم ساہیوال سے جب کہ اعلی تعلیم لاہور سے حاصل کی؛ اس کے بعد گورنمنٹ گرلز کالج ساہیوال میں بطور لیکچرر تعینات ہوئیں پھر وہاں سے پروفیسر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئیں۔بسمل صابری نے بیرون ممالک متعدد بین الاقوامی مشاعروں میں شرکت کی۔ انھوں نے اوائل عمری میں ہی شاعری میں اپنا تشخص قائم کر لیا تھا۔ وہ 29۔جولائی 2026 کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔بسمل صابری کے اب تک 5 شعری مجموعے اور ایک نثری کتاب شائع ہو چکی ہے۔ان کے معروف شعری مجموعوں میں پانی میں گھر، یادوں کی بارشیں، روشنیوں کے رنگ اور ایک نعتیہ شعری مجموعہ **بیاض نظر** شامل ہیں۔

رزاق شاہد 1957 کو ساہیوال کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ایک سال بعد 1958 میں رزاق شاہد کا گھرانہ فرید ٹاؤن ساہیوال میں شفٹ ہو گیا۔ رزاق شاہد نے ایف اے اور بی اے گورنمنٹ کالج ساہیوال سے کرنے کے بعد زکریا یونیورسٹی سے ایم اے پنجابی اور اردو کے امتحانوں میں کامیابی حاصل کی۔ گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان میں بطورِ استاد تعینات ہوئے۔ زمانہ طالب علمی سے انہوں نے مختلف اخبارات اور ادبی جریدوں میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ پنجابی اور اردو دونوں زبانوں میں انھوں نے طبع آزمائی کی۔

پنجاب لوک لہر کے مرکزی صدر و معروف شاعر و محقق قسور بٹ؛جن کا تعلق محلہ عید گاہ ساہیوال سے تھا، پنجابی کے نامور شاعر و ادیب تھے،پنجابی کی ترویج کے لیے انھوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر کے طور پر ملازمت کی،پنجابی مجلہ لوک لہر، قسور مبارک بٹ کی ادارت میں ساہیوال سے شائع ہوتا رہا،ساہیوال اکیڈمی کے چیئرمین بھی تھے،جب کہ پنجاب لوک لہر کے بانی صدر بھی تھے۔

ارشاد جالندھری پنجابی اور اردو کے بہترین شاعر تھے اور مشہور شاعر ڈاکٹر بیدل حیدری کے شاگرد تھے۔ ارشاد جالندھری کاروان ادب کسووال کے بانی بھی تھے۔وہ کسووال کے چک L 14/4 میں رہائش پذیر تھے۔ کسووال کے علاقے میں ادبی سرگرمیوں کا سہرا ارشاد جالندھری کے سر ہے۔جہاں تک ارشاد جالندھری کے ادبی قد کاٹھ کی بات ہے؛ بلاشبہ استاد شاعر تھے۔ان کا کلیاتِ شعری جناب صفی ہمدانی نے مرتب کیا ہے۔ ان کے شاگردوں میں ضلع ساہیوال کے بڑے بڑے نام شامل ہیں۔انہیں استاد الشعرا ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ہڑپہ شہر کے ایک نوجوان شاعر؛سرفراز تبسم آپ کے پہلے شاگردوں میں سے ہیں ۔اس کے بعد محمود الحسن عابد نے 1980ء میں آپ کی شاگردی کی ۔ اس کے بعد وحید رضا عاجز،اکرم سعید اکرم ،سید وصی عباس صفی ،عرفان محمود گوہر ،قمر عباس، سلیم قدرت ،ملک علی احمد ،وقاص انجم ، اقرار مصطفے ،سرفراز احمد ،کاشف حنیف ،محترمہ نازیہ رحمان ناز، محترمہ نجمہ شاہین کے علاوہ درجنوں شاگرد مختلف شہروں مثلاً کبیر والا، بورے والا، ملتان، گوجرہ، میاں چنوں، دنیاپور، ساہیول، خانیوال، وہاڑی، میلسی،وغیرہ میں آپ کے شاگرد موجود ہیں۔

اس کے بعد نمائندہ لکھنے والے شاعروں میں مرتضٰی ساجد، علی رضا، ظفر عباس، سید کاشف شہزاد،ڈاکٹر افتخار شفیع،ڈاکٹر ندیم عباس اشرف،اوصاف شیخ،شاکر جتوئی، اظہر محسن،ڈاکٹر اللہ یار ثاقب،ڈاکٹر رحمت علی شاد، امر سیال اور ڈاکٹر مشتاق عادل شامل ہیں۔ ضلع ساہیوال کی تحصیل چیچہ وطنی بھی اپنی ادبی سرگرمیوں کی وجہ سے مقبول ہے۔ اس علاقے کے شعرا میں ہنزاد جاذب، یاسر سیماب، احمد بلال قمر، سلمان بشیر، عدنان بشیر، علی اشرف فریدی، نعیم بھٹی، ڈاکٹر رحمت اللہ، ریاض ابن عامل، ڈاکٹر امام بخش اور محمد رفیق ساگر شامل ہیں اور کسووال میں ڈاکٹر سجاد نعیم، شوکت کاٹھیا، شائلہ نگہم، محمود الحسن عابد، وحید رضا عاجز، صابر بلوچ، عرفان گوہر، علی احمد ساگر، سلیم قدرت اور محمد عثمان کیفی جیسے نام ساہیوال کی ادبی روایت کا ایک معتبر حوالہ ہیں۔

ساہیوال کی تاریخ، تہذیب اور ادبی ارتقاء کا مطالعہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ شہر صرف جغرافیائی حدود کا نام نہیں بل کہ ایک زندہ اور تحرک سے بھرپور ثقافتی و فکری کائنات ہے۔ سکندرِ اعظم کے عہد سے لے کر قیامِ پاکستان کے بعد تک، ہر دور کی سیاسی و سماجی تبدیلیوں نے اس کے مزاج کو توانا ہی بنایا ہے۔ اگرچہ جدید دور میں شجر کاری کے خاتمے اور بڑھتے ہوئے شہری ہنگاموں نے اس کے قدیم سکون اور طبعی جمال کو متاثر کیا ہے، مگر اس کی سحر انگیز مٹی میں تخلیقِ ادب کی جو جوت جلی تھی، وہ آج بھی روشن ہے۔ ساہیوال کی ادبی روایت اپنے اسلاف کے چھوڑے ہوئے گہرے نقوش سے توانائی حاصل کرتے ہوئے، نسلِ نو کے شعرا اور ادبا کے قلم کے ذریعے اپنے سفر کو مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے اور اردو ادب کے افق پر ایک درخشندہ باب کی صورت قائم و دائم ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالہ جات

1۔ایم اے اشرف،"تاریخ ساہیوال(قدیم اور جدید خطوط کی روشنی میں)،"پنجاب لوک سجاگ پبلشر،نیو گارڈن ٹاؤن لاہور،دسمبر2014ء،ص:292

2۔ایضاً،ص:291

3۔ایضاً،ص:279

4۔محمد طفیل،"نقوش(آپ بیتی نمبر)،"ادارہ فروغ اردو پبلشر،لاہور،جون1964،ص:1

5۔مشتاق عادل،ڈاکٹر،"تاریخ ساہیوال"،مہکاں پبلشرز،ساہیوال،مئی2009ء،ص:109

6۔ایضاً،ص:111

7۔خواجہ محمد زکریا،ڈاکٹر،"کلیات مجید امجد"،فرید بک ڈپو پبلشر،نئی دہلی،2011،ص:352

8۔مشتاق عادل،ڈاکٹر،"تاریخ ساہیوال،"مہکاں پبلشرز،ساہیوال،مئی2009ء،ص:127

9۔ ایضاً،ص:118